چوہدری محمد یوسف ایم اے
پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور

مولانا احمد علی لاہوریؒ

حق گوئی وبیباکی

کفر و باطل سے اجتناب

ہم متعدد مقامات پر اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت مولانا فی سبیل اللہ فساد کے قائل نہ تھے، وہ گھپلا بازی اور خواہ مخواہ کی چخ پخ میں نہ خود الجھتے تھے، نہ دوسروں کو الجھانا مناسب خیال کرتے تھے۔ سلامت طبع اور اعتدال مزاج آپ کی فطرت کا جوہر زرنگار ہے، غالباً یہی وہ خوبی ہے جسکی بناء پر ہر کہ و مہ اور ہر کس و ناکس آپ کا والہ و شیدا نظر آتا ہے۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ حضرت لاہوری میانہ روی کے دلدادہ تھے، لیکن یہاں ہمیں اس حقیقت کو نظر انداز کرنے کی غلطی نہ کرنی چاہیئے، کہ حضرت مولانا جادۂ اعتدال پر گامزن ہونے کے باوجود حق گوئی اور حق اندیشی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ آپ کا مشاہدہ عمیق تھا، اس لئے آپ کی عقابی نگاہوں سے کسی حقیقت کی جزئیات تک کا اوجھل ہونا ممکن نہ تھا۔ علاوہ ازیں جس بات کو سچ جانا، اسکی آبرو محفوظ کرنے میں حضرت مولانا سر دھڑ کی بازی لگا دینے سے بھی گریز نہ کرتے، بلاشبہ یہ ایک قابل فخر جوہر شخصیت ہے اسی سے شخصیت کے جملہ عناصر نشو ونما پاتے ہیں۔ خصوصاً اس دور میں تو حق گوئی ایک گوہر نایاب ہے کیونکہ آج ہر سو خود بینوں اور مصلحت اندیشوں کا ہجوم بے پایاں نظر آتا ہے۔ ہمارے نزدیک مصلحت بین خطیب و ادیب سے وہ شرابی ہزار درجہ بہتر ہے جو شراب کے نشہ میں سچی بات تو کہہ دیتا ہے ؎

نکل جاتی ہو سچی بات جسکے منہ سے مستی میں
فقیہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

تاریخی واقعات و حقائق شاہد ہیں کہ تاریخ کے ہر دور میں مصلحت بینوں کے فرقہ ہائے باطلہ

نے حق گوئی کے چہرے کو مسخ کر دیا، یہ علیحدہ بات ہے کہ حق ہر دور میں زندہ رہا ہے، جیا ہے اسے زندہ درگور کرنے کے لئے وقت کے طالع آزماؤں نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ حق کی آواز وقتی طور پر تو دبائی جا سکتی ہے، لیکن ابدی زندگی کے خوشگوار لمحات حق کے مقدر میں رقم کئے جا چکے ہیں یہاں تک کہ آتشِ نمرود کے شعلے بھی حق و صداقت کی لطافتوں کو چاٹ نہ سکے بلکہ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں بھی حق با آواز بلند یوں گویا ہوا ہے

ہوں آتشِ نمرود کے شعلوں میں بھی خاموش میں بندۂ مومن ہوں، نہیں دانۂ اسپند

کربلا کی سنگلاخ زمین اپنی تمام تر درشتی و سختی کے باوجود حق کے علم کو سرنگوں نہ کر سکی۔ یزید کی یزیدیت آج بھی نگوں سار اور شرمسار ہے۔ کہ وہ مکر و فریب اور شاطرانہ چالوں کے باوجود بھی حق کو مٹانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ بلکہ حسینؓ کا کٹا ہوا سر، علی اکبرؓ کے رگوں سے بہتا ہوا خون اور جوان رعنا کی پنڈلی سے بچھڑتا ہوا لہو یہ نعرہ حق بلند کرتا ہوا غلغلہ انداز ہوا ہے

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

لیکن ایسے لوگ معدودے چند ہوا کرتے ہیں اور ان کا وجود تقریباً ناپید ہے جو حق و صداقت کی خاطر زندگی تک تصدق و نثار کرنے کے لئے بے قرار ہوں، یہاں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو ذاتی منفعت کی بناء پر فتوہائے حرام جاری کرنے سے بھی پہلو تہی کرتے نظر نہیں آتے۔ کیونکہ ان حضرات کے پیشِ نظر صرف ذاتی مفاد ہوتا ہے، اور اس کے حصول کی خاطر وہ سب کچھ فروخت کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ تاریخ کا سینہ چاک کرنے سے بہت سے سربستہ رازوں کا انکشاف ممکن ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ تاریخ کے ایک دور میں ایک ایسا وقت بھی آیا۔ جب ہمارے پیروں اور واعظوں نے خانہ کعبہ کے در و دیوار کو چھلنی کرنے کے لئے تعویذ کی شمشیر تابدار دے دی۔ اور یوں مبالغہ آرائی کی کہ اس تعویذ کی مدد سے آپ دشمنوں کی تلوار کی زد سے محفوظ رہیں گے، اور دشمن گاجر مولی کی طرح کٹ کر رہ جائے گا۔

اس قسم کی فریب کاریوں سے تاریخ عالم کے صفحات بھرے پڑے ہیں جن میں ہمارے نام نہاد واعظوں نے بدکرداری کا کردار ادا کیا ہے۔ میرے نزدیک حق فروش ملّا سے وہ رنڈی بہتر ہے جو چند فاقوں کو بہلانے کے لئے اپنی چادر عصمت کا سودا کرتی ہے، لیکن ان واعظان ناعاقبت اندیش کی طرح پوری قوم کی چادر عصمت فروخت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی ہے

تو نے عصمت فروخت کی ہے فقط ایک فاقہ کو ٹالنے کے لئے
لوگ یزداں کو بیچ دیتے ہیں اپنا مطلب نکالنے کے لئے

عہد حاضر میں بھی ایسے واعظوں کی کمی نہیں جن کی ہر تقریر کا ہر جملہ جبین شاہی کے بل پر رقص فرما نہ ہوتا ہو۔ ہم انتہائی یقین و وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ننانوے فیصد واعظ امراء و سلاطین کی حریم ناز پر ناصیہ فرسائی کرتے دکھائی دیتے ہیں، ان کا ضمیر اور ان کی آواز شاہی خزانوں کے بوجھ تلے دب کر رہ گئی ہے۔ یہ لوگ ننگ دین، ننگ قوم اور ننگ وطن ہیں، جنہیں میر جعفر، امیر صادق ابولہب اور ابوجہل کی پلید مٹی نے جنم دیا ہے۔

ہم انتہائی انکسار سے معذرت خواہ ہیں کہ ہماری زبان قلم کس قدر گستاخ و بے ادب ہے جو واعظوں کی شان والا تبار کے حضور میں گستاخی و بیباکی سے تڑاق پڑاق چلتی رہتی ہے لیکن کیا کریں حقیقت یہی ہے اور حقیقت سے روگردانی ہمارے بس کی بات نہیں ہمیں اپنی گستاخی پر ناز ہے بلکہ یوں کہئے ؎

چپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبالؔ　　کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند

ہم علماء حق کی بارگاہ عظمت میں اونچی آواز سے بات کرنا بھی سوءِ ادب سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا ایمان والیقان ہے کہ اس قسم کے بزرگوں کی بدولت ہی اسلام کا تاج محل اپنی پوری شان اور سج دھج سے قائم دائم ہے اگرچہ علماء سوء کے پلید گروہ نے بارہا اس محل کی شان دلربائی کو زخمی کرنے کی کوشش کی ہے، اس لحاظ سے ہم حضرت مولانا لاہوریؒ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے، کیونکہ آپ نے اعتدال مزاج کے باوجود حق گوئی حق بینی اور حق اندیشی کو کسی وقت بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ یہ وہ مرد حق آگاہ تھا جس کی آواز سے فضائیں کانپ جاتی تھیں، محلات لرزہ براندام ہوتے تھے۔ کلاہ شاہی کے پیچ ڈھیلے ہو جاتے تھے۔ اور شہنشاہوں کے گریبان غریبوں اور ناداروں کے قہقہوں کے بوجھ تلے دب کر رہ جاتے تھے۔

وہ غریبوں کا حامی تھا۔ پریشان حالوں کا مددگار اور غرور شاہی کو پاؤں تلے روند دینے کا فن جانتا تھا۔ یہ مرد حق آگاہ ایک طرف تو درویشوں کے جوتے سیدھے کرتا ہے اور دوسری طرف گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر کو یوں مخاطب کرتا ہے:

اے نشتر! تو پاگل، تیری قوم پاگل، یہ جہان پاگلوں کا، اپنی دیوانگی کا علاج کراؤ، تمہاری دیوانگی کا علاج MENTAL HOSPITAL میں نہیں بلکہ قرآن کے سیپاروں میں ہے، اسے پڑھو، سمجھو، اور اپنی دیوانگی کا علاج کرو۔ اگر خود نہیں پڑھ سکتے تو میری خدمات حاضر ہیں، اپنے خرچ پر آؤں گا۔ اپنے خرچ پر جاؤں گا۔ تمہارے گھر کا کھانا حرام سمجھتا ہوں، تمہاری مصروفیات کے پیش نظر صرف دس

منٹ لوں گا۔ اور اس مختصر سی مدت میں پاکستان کا وہ نقشہ مرتب کر دوں گا کہ ایک عالم درجۂ حیرت میں ڈوب جائے گا۔"

کفر و باطل سے جہاد حضرت شیخ التفسیرؒ کا فوری مزاج کے بے حد انسان تھے، لیکن دجل و بطلان کے مقابلہ میں ایک کوہ گراں نظر آتے تھے، ہمالیہ کی بلندی، پہاڑ کی ہیبت اور سمندر کی گہرائی آپ کی صدق دلی کے سامنے پرکاہ کے برابر بھی درجہ نہ رکھتے تھے، کسی کی دل آزاری آپ کی فطرت کے خلاف تھا۔ دلجوئی آپ کا مرغوب مشغلہ تھا۔ اپنوں اور بیگانوں کے مابین ایک لطیف ربط و تعلق پیدا کرنے کے دلدادہ اور متمنی تھے، لیکن اس کوشش میں حق و صداقت کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ بلکہ بڑی پامردی سے تصادمات حیات کے خلاف صف آراء ہو جاتے اور اس وقت تک سکون و قرار محسوس نہ کرتے۔ جب تک کہ کفر و الحاد اور دجل و بطل کی رگوں سے لہو کا آخری قطرہ تک نچوڑ نہ لیتے، امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ، شاہانہ کر و فر، فلک بوس عمارات کا شکوہ اور کرسی اقتدار کی ہیبت، غرض کوئی شے بھی آپ کے پائے استقلال میں لغزش پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ بلکہ آپ قد و گیسو، دار و رسن، صبح و شام اور شب و روز کے اتار چڑھاؤ کے مابین کچھ اس طرح اظہار خیال فرماتے ؎

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق — نے ابلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش — میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

مشکل ہے کہ اک بندۂ حق بین و حق اندیش
خاشاک کے تودے کو کہے کوہ و دماوند

ساتھیوں، رفیقوں، یاروں اور ہم عصروں سے چشمک زنی کرنا آسان ہے۔ لیکن حکومتوں کا بت کبریائی توڑنا قریب قریب ناممکن ہے۔ اس کے لئے صور اسرافیل، ضرب ابراہیمی، اعصائے موسوی اور خلق مصطفوی کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا کو نہ صرف ماحول کے پیدا کردہ ہنگاموں سے متصادم ہونا پڑا۔ بلکہ برطانوی دیو استبداد کا سر کچلنے کے لئے عصائے موسوی کی ضرورت آن پڑی، ظاہر ہے کہ

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد

حضرت فتنوں کے پروردگار نہ تھے بلکہ امن و آشتی اور صلح پسندی کے دلدادہ تھے۔ لیکن یہ حقیقت بھی آپ کی آنکھوں سے اوجھل نہ تھی۔ "وہ ہاتھ قابل قدر ہے جس میں صلح کا سفید جھنڈا لہرا رہا ہو۔ لیکن زندہ وہی رہ سکتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں شمشیر تابدار کا قبضہ ہو۔"

الغرض برطانوی تاجداروں سے یوم آزادی تک حصول آزادی کا حق مانگتے رہے، جیلوں میں گئے ہجرت بھی کی، فاقہ مستی تک بھی نوبت آئی لیکن تحریک آزادی کا یہ مجاہد برابر آواز بلند کرتا رہا۔ ع

رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

آلام و مصائب کے ہجوم میں بڑے بڑے دل گردے والوں کا حوصلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر مصلحت کی کمین گاہ بنا لیتے ہیں، لیکن حضرت مولانا مصائب کا دل پھیر کر برابر منزل مقصود کی طرف بڑھتے ہی گئے۔ مصلحت بینی بھی عجیب شے ہے۔ ذی مرتبہ راہنمایان قوم آسانی سے اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جدید فن اخلاق کے ماہرین کہتے ہیں کہ مصلحت بینی ہی فلاح اور ہر دلعزیزی کی راہ ہموار کرتی ہے۔ یہ ماہرین فن اس خیال کے ہمراز ہیں کہ کفر و اسلام، حق و باطل، شرک و توحید، نور و حکمت، صداقت و کذب سب کو ایک ساتھ لے کر چلنا چاہیئے، اگر حق گوئی کا حق اس طرح ادا ہو سکے کہ باطل کا دل بھی ہاتھ میں رہے تو اس میں کیا مضائقہ۔؟ اہرمن و یزداں دونوں کو رام کیجیئے، صرف کعبے ہی کے کیوں ہو رہیئے، جب تکلف سے بھی رسم و راہ قائم رہ سکے۔

معشوق ما بشیوۂ ہر کس موافق ست   باما شراب خورد و بزاہد نماز کرد

حضرت مولانا حق و باطل کے مابین کوئی نئی راہ تلاش نہیں کرتے، ان کا یقین ہے کہ حق کی حمایت کرو گے تو باطل ضرور روٹھے گا۔ یہ ممکن نہیں کہ حق و باطل دونوں کی رضا جوئی کی جائے، ان میں سے ایک کے دامن عافیت میں پناہ لینی ہوگی اور دوسرے کے دامن کو جھٹک دینا ہوگا۔ لہذا حضرتؒ نے اپنے لئے حق کی راہ متعین کی، اس لئے کہ یہی صلحاء و اتقیاء کی راہ مستقیم ہے۔ اس مقام پر حضرت مولانا ابوالکلام آزاد اپنے ذاتی تاثرات ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

"حق اور باطل دونوں آپ کے سامنے ہیں، انہی میں سے کسی ایک کو پسند کر لیجیئے۔ اگر حق کی راہ اختیار کی ہے تو پھر مصلحت پیرایہ بیان طرز ادا، الفاظ شہد نما و معانی زہر آلود اور اسی قبیل کی تمام باتوں کے لئے نفاق کے سوا اور کوئی لقب نہیں، سچ کہئے گا تو جھوٹ کو چوٹ لگے گی، اسکو بچانے کی کوشش نہ کیجیئے، ورنہ آپ کفر سے زیادہ دنیا کے لئے مہلک ہیں، نرمی و آشتی حسن ادا پیرایہ بیان مصلحت بینی اور مقتضیات زمانہ کے اگر یہی معانی ہیں جو بتلائے جاتے ہیں، تو خدا کے لئے ہمیں سمجھائیے کہ پھر نفاق اور منافقی کی خصوصیات اور کیا ہیں۔؟ اگر ایک بات سچ ہے تو اس کو صاف صاف کہہ دیجیئے اگر کچھ لوگ برے ہیں تو کھول کھول کر ان کی برائی بیان کر دیجیئے، بری باتوں کے اظہار کے لئے اچھے لفظ کیوں اختیار کئے جائیں۔ بداعمالوں کو کیا حق ہے کہ نیک کرداروں کے حقوق

کا مطالبہ کریں، اگر یہ طریقہ پسند نہیں تو پھر بتوں کو آستین میں چھپانے کی جگہ بہتر ہے کہ سر پہ جگہ دیجئے۔
ظاہر و باطن میں مطابقت جھوٹ میں بھی ہو تو سچائی سے خالی نہیں ہے

بس کا فرست زاہد از برہمن ولیکن
او رابت ست در سر در آستین ندارد

حضرت مولانا بت شکن تھے، بت گر یا بت فروش نہ تھے۔ آپ کا یہ اعلان کس قدر موزوں، جامع، مناسب اور متناسب ہے ۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

انجمن حمایت اسلام کے زیر اہتمام اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کی گراؤنڈ میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ اس جلسہ کی صدارت اس وقت کے وزیر اعلیٰ خان عبدالقیوم خان کر رہے تھے۔ حضرت مولاناؒ نے اس جابر وزیر اعلیٰ کی صدارت میں منعقدہ جلسہ عام میں کھری کھری باتیں سنائیں کہ اس کی جبین جبروت پر پسینہ آنے لگا۔ حضرت نے فرمایا:

"چائے کی ایک پیالی پر قلب و ضمیر کا سودا نہ کرنا اور نہ ہی بسکٹ کی لذت بے مایہ کے عوض ٹوڈیوں اور خائنوں کو ووٹ دینا۔ بلکہ یہ ووٹ اس مستحق کو دو جو اسلام کی سچی تڑپ رکھتا ہو۔"

انقلابی حکومت کے اوائل میں اس قدر خوف و ہراس مسلط تھا کہ ہم نے یار لوگوں کو رات کے نو بجے کے بعد گھر سے باہر نہ آتے دیکھا۔ اس سے پہلے نیم شب تک انجمن آرائی ہوتی، لیکن انقلاب کے آتے ہی روز و شب میں انقلاب آگیا۔ لوگ مارے خوف کے گھر سے باہر قدم نہ رکھتے تھے کہ کہیں بیگار میں پکڑے نہ جائیں لیکن حضرت مولانا سکوت و جمود کے اس دور میں بھی دہلی دروازہ کے باہر نوبت ابراہیمی کے زور سے تازہ خداؤں کا بھرم کھول رہے تھے۔ ■■

★ الحق ہر انگریزی مہینہ کی دس گیارہ تاریخ تک سپرد ڈاک کر دیا جاتا ہے۔
★ جن حضرات کو ۲۵ر تاریخ تک بھی پرچہ نہ ملے تو وہ نمبر خریداری کے حوالہ سے ۳۰ر تاریخ سے قبل دوبارہ رسالہ منگوا سکتے ہیں۔ اس کے بعد ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔
★ جملہ امور کیلئے خط و کتابت منیجر رسالہ سے کی جائے۔
★ جملہ خط و کتابت اور منی آرڈر کے کوپن پر اپنا پورا پتہ اور نمبر خریداری صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔